اللہ کی صفتوں کو اپنایئے !

"اللہ کی صفتوں کو اپنائیں" یہ ہمارا مکمل قرآنی تعلیمی فلسفہ ہے۔ قرآن میں خدا پرستی کی بنیاد ہی اس جذبہ پر رکھی گئی ہے کہ انسان خدا کی صفتوں کا عکس اپنے اندر پیدا کرے۔ قرآن "انسان" کے وجود کو ایک ایسی سرحد قرار دیتا ہے جہاں حیوانیت کا درجہ ختم ہوتا ہے اور ایک اعلیٰ حیوانیت کا درجہ شروع ہوتا ہے۔ اس کا کہنا یہ ہے کہ انسان کی انسانیت کا جوہر جو اُسے حیوانوں کی سطح سے بلند اور ممتاز کرتا ہے، وہ اللہ کی صفتوں کا عکس ہے۔ لہٰذا انسانیت کی تکمیل اِسی میں ہے کہ اُس میں زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کی صفات منعکس ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جہاں انسان کی خصوصی صفتوں کا بیان ہے وہاں بلا واسطہ انہیں خدا کی طرف نسبت دی گئی ہے۔ یہاں تک کہ انسانیت کے جوہر کو خدا کی پھونکی ہوئی روح کہا گیا ہے۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ؕ ۔ (سجدہ۔۹)

ترجمہ: پھر اس کی (آدم کی) تمام قوتوں کی درستگی کی اور اپنی روح (میں سے ایک قوت) پھونک دی۔ اور اس طرح اس کیلئے سننے، دیکھنے اور فکر کرنے کی قوتیں پیدا کر دیں۔

اشرف المخلوقات اور خدا کا خلیفہ انسان اپنے خالق کو کس طرح مانے؟ اور اپنے پروردگار کی رضا کس حاصل کرے؟ اس کیلئے قرآن تمام دنیا کے انسانوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اسی خدا پر ایمان لائیں جس کا تصور خود قرآن میں پیش کیا گیا ہے۔ ہر شخص، ہر قبیلہ اور ہر قوم کسی نہ کسی رنگ میں خدا کی قائل ہے۔ لیکن قرآن کہتا ہے کہ آپ کا یہ رواجی تصور خدا، خدا پر حقیقی ایمان نہیں۔ بلکہ یہ تو اس خدا کو ماننا ہے جو آپ لوگوں کے ذہن کا تخلیق کردہ خدا ہے۔ جو شخص خدا کا تو قائل ہو لیکن اس کی صفات کا صحیح تصور اس کے سامنے نہ ہو، تو ایسی صورت میں خدا پر ایمان، حقیقی خدا کے انکار کے مترادف ہو گا۔ خدا پر ایمان اُسی شخص کا مانا جائے گا جو اُس خدا کا قائل ہو جس کی صفات قرآن کریم میں بیان کی گی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات کے حقیقی تناسب اپنا عقیدہ بنانا، عقیدہ توحید یا اللہ پر ایمان کا لازم تقاضا ہے۔

اللہ کی صفات کو تصور جو قرآن میں مذکور ہے اس کی پہلی رونمائی سورہ فاتحہ ہے۔ یہ پہلی رونمائی ربوبیت، رحمت اور عدالت کی تصویر ہے۔

ربوبیت کی صفت کے مطابق اللہ تعالیٰ تمام جہانوں کا رب ہے۔ عربی لغت کے مطابق رب ایسی ذات کو کہتے ہیں جو کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اس کے مختلف حالات اور ضروریات کے مطابق اس طرح پرورش کرتی رہے تاآنکہ وہ اپنی حد کمال کو پہنچے۔ دوسرے الفاظ میں ربوبیت کیلئے ضروری ہے کہ موجودات کیلئے ان کی نوعیت کے مطابق پرورش اور نشوونما کا ایک مسلسل جاری نظام موجود ہے۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ کی مذکورہ صفت کا زیادہ سے زیادہ بیان ہوا ہے۔ قرآن حکیم کا پہلا پیغام بھی اُسی صفت کے ساتھ مذکور ہوا۔ اِقۡرَاۡ بِاسۡمِ رَبِّکَ الَّذِیۡ خَلَقَ ۚ قرآن کی ابتدا بھی اُسی صفت ساتھ ہے : اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ ۙ اور قرآن کی انتہا بھی اُسی صفت کے ساتھ ہے : قُلۡ اَعُوۡذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ لہٰذا ربوبیت اور پروردگاری کی صفت کا انسان کی عملی زندگی میں انعکاس بھی اتنا ہی اہم ہے۔ انسان کی ذمہ داری اور نظام ربوبیت میں شرکت صرف اس حد تک نہیں کہ اپنے نفعہ بخشی اور دائرے میں چند اخراجات کا بوجھ اٹھالیا۔ بلکہ انسانی ذمہ داریوں میں یکے بعد دیگرے مختلف حالات اور ضروریات کے مطابق حتی المقدور اور نشوونما کی ذمہ داری ادا کرنا اس میں مددگار بننا اور اس کے لیے سعی و جہد کرنا ہی اللہ تعالیٰ کی حقیقی نیابت اور فرمانبرداری ہے۔ اس طرح جیسے انسان کو زمین پر اپنے دائرے میں اپنی اولاد، عزیزوں اور اپنے اردگرد افراد کیلئے نفعہ بخشی کی سعی و کوشش کا ذمہ دار بننا ہے۔ اسی طرح تمام عالم میں قوموں کیلئے فلاحی معاشرے کے قیام کے واسطے بطور نمونہ اپنا کردار ادا کرنا ہے۔

کائنات میں موجودات کے ہر گوشے میں اللہ کی ربوبیت سے بھی زیادہ ایک وسیع حقیقت کارفرما ہے، جس پر خود ربوبیت کا انحصار ہے۔ قرآن اسے رحمت، رحمانیت یا رحمیت کا نام دیتا ہے۔ یہ رحمت ہی ہے جو ہر مخلوق کو جمال اور کمال عطا کرتی ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے :

وَ رَحۡمَتِیۡ وَسِعَتۡ کُلَّ شَیۡءٍ ؕ (الاعراف ۱۵۶)

"اور میری رحمت کا حال یہ ہے کہ ہر چیز پر چھائی ہوئی ہے۔"

رحمان اور رحیم کا مادہ بھی رحمت ہے۔ عربی میں رحمت کی معنی ہے "ایسی رقت اور کرم جس سے کسی دوسرے کیلئے شفقت کا اظہار ہو۔ چنانچہ رحمت میں محبت، شفقت، فضل اور احسان سب کا مفہوم شامل ہے۔ اللہ کی رحمت کی صفت کے حوالے سے بندہ کو کرم، محبت، شفقت، احسان اور مہربانی کا مجسم بن کر اللہ کی مخلوق کیلئے نفع بخشی کا ذمیدار بننا ہے۔

اللہ کے صفت عدل کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ جو بھی عمل کرتا ہے، جزا اور سزا اس کے مطابق اسے دی جائے گی۔ اور اللہ کی ذات مکمل حساب کے دن کی مالک ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت کے حوالے سے بندے کو زمین پر اپنے عمل اور رویوں میں عدالت کا پیکر بننا ہے۔ ان سے وابستہ جتنے افراد ہیں، ان کے ساتھ عدالت کا معاملہ کرنا چاہے۔ اس کے سماج کو عدالت کی ضروری ہے تو اس کیلئے وہ اپنی وابستگی اور جہد و سعی کا عملی مظاہرہ کرے۔ اور دنیا کے دیگر لوگ عدالت کے طالب ہیں تو یہ ان کیلئے بھی اپنے جذبے اور عمل کو وقف کرے۔ اللہ سمیع اور بصیر یعنی سننے اور دیکھنے والا ہے، تو انسان بھی اپنے سننے اور دیکھنے کو اللہ کی اطاعت کے تابع رکھنے اور بساط بھر ضرورت طلبی اور دادرسی کے آواز پر لبیک کہے۔ اللہ کی ذات ناصر ہے تو انسان مدد اور نصرت کی جسد قدر وسعت رکھے گا اس کیلئے وہ خود وقف کرے گا۔ اللہ کی ذات المھیمن ہے تو بندہ انسانی نگہبانی کی تمام صلاحیتوں سے اپنے نفس کی نگہبانی کرے گا اور نگہبانی کی صلاحیتوں کو اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق کے تحفظ کیلئے وقف کرے گا۔

اسی طرح باقی صفات کی صورتحال ہے جن کا عملی طور مظہر بننا انسان کیلئے بندگی کا لازمی تقاضا ہے۔ قرآن کو انسان کی ایسی خدا کے رنگ میں رنگی بندگی مطلوب ہے کیونکہ ایسی ہی بندگی پر انسان کے زمین پر "خلیفہ" کے کردار کی ادائگی منحصر ہے۔

انسان صرف جسم کا نام نہیں ہے، بلکہ اس جسم کے علاوہ ایک دوسری چیز بھی ہے جسے اس کی "ذات" کہا جاتا ہے۔ انسانی ذات اور شخصیت اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہے اور اپنی جگہ مستقل حیثیت رکھتی ہے۔ انسان کو وہ تخلیقی طور پر متعین صورت میں نہیں ملتی بلکہ اس کی تشکیل اور تعمیر اور اس کا نکھار ہی انسانی زندگی کا حقیقی مقصد ہے۔ انسانی ذات کی یہ نشو ونما اللہ تعالیٰ کی صفات سے عیاں ہوتی ہے۔ جس قدر وہ صفات کو اپنائے گا اسقدر اس کی ذات اور شخصیت کمال کی طرف بڑھتی رہے گی اور بندہ قرب الٰہی کی نعمت سے ہمکنار ہوتا جائے گا۔

اللہ تعالیٰ کی صفات میں کوئی ایسی صفت نہیں جسے چھوڑنا پڑے۔ اور نہ ہی کوئی ایسی صفت ہے جس میں غلو اور شدت اختیار کرنا پڑے۔ اُس کی تمام صفات اپنے اپنے مواقع پر بہتر نتائج کی حامل ہیں۔ اسی لئے انہیں "اسماء الحسنٰی" کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ وہ صفات ایسے حسین توازن کے ساتھ دنیا کے دیگر تمام مذاہب میں نہیں ملتیں یہ صرف قرآن حکیم کے اندر ہی موجود ہیں۔